پندرہ روزہ

الہلال

ٹورانٹو۔ کینیڈا

قیمت ۵۰ سینٹ

جلد ۱۱
شمارہ ۲۱

۹ ربیع الثانی ۱۴۰۳
۲۵ جنوری ۱۹۸۳

بیرونِ وطن پاکستانیوں کا ترجمان۔ شمالی امریکہ میں اردو کا سب سے پہلا اور کثیر الاشاعت اخبار



کینیڈا میں موسم سرما —؟ جی نہیں! یہ پاکستان کا شہر مری ہے —!

فوٹو: اوریک

انٹرویو — ریاض بٹالوی

مولانا مودودی کے صاحبزادے فاروق حیدر مودودی سے انٹرویو

سیاست گری کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں

مال و دولت اور شعبدہ بازی کا فن

مولانا ان دونوں سے محروم تھے

دنیائے اسلام کی ممتاز دینی شخصیت اور جماعت اسلامی کے بانی و امیر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم ساری عمر اسلامی انقلاب برپا کرنے کا عزم لے کر میدان عمل میں لگے رہے۔ لیکن حالات کی روش اور وقت کا چلن دیکھ کر انہیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کا منتخب کردہ راستہ ... دشوار بھی ہے ... چنانچہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ... مایوس ہو گئے تھے ... یہ تاثرات مولانا کے ایک بیٹے سید حیدر فاروق مودودی کے ہیں۔ ان کے اپنے ... اپنے بڑے بھائی ابوالخیر مودودی صاحب سے ... مسائل پر تبادلہ خیالات کر رہے تھے۔ اچانک کسی بات پر مولانا نے ...

مولانا مودودی کا اصل مقصد دینی اقتدار اور صالح کردار کا احیا تھا

عدم جارحیت اور دوستی کے مجوزہ سمجھوتوں پر پاکستان و بھارت کے درمیان بنیادی اختلافات طے کرنے کی کوشش کی جائے

دہلی مذاکرات میں مسئلہ کشمیر زیر بحث نہیں آیا

پہلے دوستی پھر مسئلہ کشمیر

اسلام آباد میں بات چیت کے دوران غیر وابستہ ملکوں کے سربراہوں کی کانفرنس پر تبادلۂ خیال ہوگا

پولیس نے وکلاء اور صحافیوں کے ہجوم کو ... پل پر روک لیا

احتجاجی جلسے سے سردار ابراہیم، عابد منٹو اور ... کا خطاب

مارشل لاء اٹھایا جائے، سیاسی رہنما رہا کیے جائیں، فوجی ... ختم کی جائیں

اسکول میں زیر تعلیم بھتیجی کے لئے

لندن — مراکش کے شاہ حسن

لیاقت باغ فائرنگ کیس کی سماعت ۱۴ مارچ تک ملتوی، عبدالخالق کے سوا تمام ملزم حاضر تھے

ایرانی تیل کی پیداوار میں اضافہ

صرف علی جوکر ...

چوہدری ظہور الٰہی کے قاتل کو سزائے موت سنا دی گئی

ملزم عبدالرزاق نے کابل میں ٹریننگ حاصل کرنے اور پاکستان کی ممتاز شخصیتوں کو قتل کرنے کے منصوبے کا اعتراف کر لیا

فوجی عدالت میں الزام ثابت ہو گیا

حملے کا مقصد جسٹس مولوی مشتاق حسین کو قتل کرنا تھا

لاہور ——— (اے پی پی) ...

پی آئی اے کریڈٹ کے لئے پروازیں شروع کرنے پر غور کرے گی

اسلام آباد ——— پی آئی اے پاکستان ...

ریلوے سے ایک بھی مزدور نکالا گیا تو ریل کا پہیہ جام ہو سکتا ہے

ادارہ کی فلاح مقصود ہے تو سفید ہاتھیوں کے مشاہرہ ۵ ہزار افسران میں کمی کی جائے - ارشد چوہدری



بنگلہ دیش کی ایک ڈویژن فوج سعودی عرب جائے گی

معاہدے کو حتمی شکل دینے کے لئے بنگلہ دیش کا فوجی وفد فروری میں سعودی عرب جائے گا

ڈھاکہ ——— (رائٹر) سعودی عرب کے بنگلہ دیش سے ...

چھٹا پنجسالہ منصوبہ پیش کرنے سے قبل ملک کی اقتصادی ضروریات کا جائزہ لیا جائے - خورشید

۳۰ فی صد عوام غربت کے آخری زمرے میں ہیں - ۸۰ فی صد پانی اور تعلیم کی سہولتوں سے محروم ہیں

پورا ملک ۹ بلین ڈالر کا اور ہر شہری ۱۳۵۰ روپے کا مقروض ہے

ارباب اختیار منصوبہ پیش کرنے سے قبل ہماری تیار کردہ طویل رپورٹ کا جائزہ لے لیں

انصاف کے بغیر نفاذ اسلام کی کوششیں کامیاب نہیں ہوں گی - ڈاکٹر اسرار

اسلام آباد ——— (پی پی آئی) ممتاز عالم دین ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ اسلام انصاف کا علمبردار ہے ...

دوران حج ایمونی فراہم کرنے کی سفارش

اسلام آباد ——— ...

"پاکستان کے پاس ایٹم بم بنانے کے لئے پلوٹونیم ہے"

انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کو پاکستان نے اپنے ری ایکٹر کے معائنے کی اجازت دے دی

ویانا ——— (رائٹر) پاکستان انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی ...

پنجاب میں تخریبی سرگرمیوں میں ملوث ۵۰۰ مشتبہ افراد کی فہرست

مزید تفتیش کے بعد کارروائی کی جائے گی

لاہور ——— ...

علماء بڑی طاقتوں کے جرائم پر عالم اسلام کو بیدار کریں - خمینی

بڑی طاقتیں دین اور سیاست کو جدا رکھنے پر مصر ہیں - آئمہ مساجد سے خطاب

تہران ——— ...

علامہ اقبال میڈیکل کالج ...

پندرہ روزہ
الہلال
ٹورانٹو کینیڈا

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
سنو! جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ خوف ہوگا اور نہ غم ہوگا

زندہ تحریریں

مومن کی صفات

مدارِ کار اتباعِ شریعت پر ہے اور معاملۂ نجات پیرویٔ نقشِ قدمِ رسول سے مربوط ہے۔ حق اور باطل میں امتیاز کرنے والی چیز اتباعِ پیغمبر ہی ہے۔ زہد و توکل اور عمل بغیر اتباعِ رسول کے نامعتبر ہیں۔ تمام افعال و حرکات میں اس کا قصد کرے کہ نیت صحیح ہو۔ جب تک نیت صالحہ نہ ہو حتی الامکان کوئی قدم نہ اٹھائے۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہیے خواہ اس سے باطن میں انبساط پیدا ہو یا انقباض۔ جو شخص عذر خواہی کرے اس کے عذر کو قبول کرنا چاہیے، اخلاق اچھے ہوں۔ دین فقط نماز روزہ کا نام ہے۔ اور نہ صرف احیاءِ شب کا یہ تو اسبابِ بندگی ہیں۔ دینداری یہ ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ کی جائے۔ اس خوبی کو حاصل کرلے گا تو واصل ہوگا۔ حضرت سالم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اولیاء اللہ کی پہچان کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا۔ اولیاء کی علامت یہ ہیں لطفِ لسان۔ حسنِ اخلاق۔ بشاشتِ چہرہ۔ سخاوتِ نفس۔ قلتِ اعتراض۔ عذر خواہ کا عذر قبول کرنا۔ تمام مخلوقِ خدا پر شفقت کرنا خواہ نیکوکار ہوں یا بدکار۔

جوانمردی یہ ہے کہ تو جس شخص سے کدورت رکھتا ہے اس سے حسنِ خلق سے پیش آئے اور جس آدمی سے کراہت کرتا ہو اس پر مال خرچ کرے اور جس سے نفرت ہو اس سے اچھا سلوک کرے۔ بات چیت کرنے میں رعایت قلت مدنظر رکھے۔ زیادہ نیند اور زیادہ ہنسنا بھی درست نہیں کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ دنیا کی تمام حاجتوں میں کامیابی کا راز ان حاجتوں کو ترک کر دینے میں پوشیدہ ہے اہل و عیال کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے۔ جمیع حالات میں سنتِ نبوی کا اتباع کیا جائے۔ بدعت سے حتی الوسع اجتناب ہونا چاہیے۔ کسی کی غیبت کی جانب خود مائل نہ ہو اور جہاں تک ہو سکے دوسرے کو بھی اس سے روکے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ بنائے۔ اللہ کے راستے میں انفاق مال پر حریص ہو۔ حسنات کے صدور سے خوشی محسوس کرے۔ سیئات کے ارتکاب سے دور دور رہے۔

خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ
(مکتوبات ص ۲۶)

صدقے کے اصل مستحق

خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنے ذاتی کسبِ معاش کیلئے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے انکی خود داری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوشحال ہیں۔ تم ان کے چہروں سے انکی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو مگر وہ ایسے لوگ نہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں۔ (البقرہ ۲۷۳)

القرآن

ایران میں پردے کا نفاذ ناقابلِ فراموش ہے

خواتین کے لئے پردہ اسلامی احکامات میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے لیکن اس صدی کی تیسری دہائی میں ایران کے حکمران رضا شاہ کبیر نے پردے کو فرسودہ قرار دیکر اس کے خلاف سختی سے ایک مہم شروع کی اور عورتوں کو پردہ ترک کرنے پر مجبور کیا۔ تہران میں ایرانی فرمان روا کی طرف سے پولیس کو یہ حکم نامہ جاری ہوا کہ جو عورت چادر میں نظر آئے اس کی چادر اتار دی جائے۔ چادر ایران میں عورتیں خاص پردے اور حجاب کے لئے استعمال کرتی تھیں یہ چادر جسم کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس سے پورا جسم ڈھانپا جاتا ہے۔ ایران کی مسلمان خواتین کے لئے پردے کو ختم کرنا انتہائی اذیت ناک امر تھا کیونکہ بنیادی طور پر ایرانی عورتیں کٹر مسلمان تھیں اور چادر کو صدیوں سے حجاب کے لئے استعمال کرتی تھیں۔ پہلوی خاندان کا شاہ کبیر پردے کے خلاف مہم میں اس قدر سخت گیر تھا کہ اس نے اپنے خاندان کی بھی عورتوں کا پردہ ختم کروا دیا تھا تاکہ اس کے قول و فعل میں کوئی فرق باقی نہ رہے لیکن بے پردگی کو مزید پھیلانے کے مقابلے میں ایران کا دوسرا بادشاہ رضا شاہ پہلوی اپنے باپ سے زیادہ سمجھدار ثابت ہوا۔ اس نے اس سلسلے میں کوئی سخت حکم جاری کرنے کے بجائے

> ایران کے سابق حکمران رضا شاہ کبیر نے پردے کو فرسودہ قرار دیکر اس کے خلاف سختی سے مہم شروع کی تھی۔

مغربی تہذیب و تمدن کو ہوا دیا اور مغربی دنیا اور اس کی قدروں سے اتنی محبت کی کہ کچھ عرصہ کے بعد تہران بے پردگی کے ساتھ ساتھ فحاشی، جوئے اور شراب کا بھی گڑھ بن گیا۔ تہران کا ہر ہوٹل ایک شراب خانہ تھا اور فحاشی کے اڈے اتنے تھے کہ تہران شہر ایشیا کا پیرس کہلانے لگا۔ اور یہی وہ نقطۂ زوال تھا جس کے بعد ایران میں بادشاہی نظام کی تباہی و بربادی ایک یقینی صورت اختیار کر گئی۔

ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد مذہبی رہنماؤں نے اسلامی قدروں کو دوبارہ پروان چڑھانے کے لئے

سے زیادہ زور حیا، فحاشی اور شراب کو تو ایک حکم سے بند کیا جا سکتا تھا لیکن بے پردگی کی عادت کو ختم کرنے کے لئے مسلسل معاشرتی اور نفسیاتی جنگ کی ضرورت تھی اور اسی جنگ کا مرکز ایران کا دارالحکومت ہی تھا۔ اصل میں ایران کی اکثریت آبادی کا مذہب یہ تھا کہ تہران اور چند دیگر شہروں کو اگر چھوڑ دیا جائے تو باقی آبادی ہر زمانے میں کٹر مسلمان رہی۔ شاہ کبیر اور رضا شاہ کے غیر اسلامی حکمنامے کے باوجود ایران کی دیہی آبادی اپنی اسلامی قدروں کو کبھی فراموش نہ کر سکی۔ شاہ کی کوششیں اسلامی شعائر و حیا کو ختم نہ کر سکیں۔ اور انہوں نے تمام ادوار میں پردے کی سختی سے پابندی کی۔ پہلوی خاندان کے دونوں بادشاہوں نے گاؤں دیہات کی زیادہ پروا نہیں کی کیونکہ ان کی زیادہ توجہ کا مرکز تہران یا دیگر شہر رہے۔ ان بادشاہوں کی اس کوتاہی کی وجہ سے قم میں موجود مذہبی رہنماؤں کی اسلامی تبلیغات کا اثر گاؤں والے قبول کرتے رہے۔ ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد مذہبی رہنماؤں نے جب پردے کی طرف دھیان دیا تو دیہی علاقوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہاں کی عورتوں نے پہلوی دور کے غیر اسلامی حکم ناموں سے چھٹکارے کی خوشی میں جشن منایا۔ ایران کے مذہبی رہنماؤں کو یہ حال تہران میں درپیش تھی۔ شروع شروع میں عورتوں نے اپنی گزشتہ آزادیوں کو برقرار رکھنے کے لئے متعدد جلوس بھی نکالے لیکن رفتہ رفتہ یہاں پر بھی پرانی نسل کی مدد سے نئی نسل کو پردے کا قائل کر لیا گیا۔ پردے کو ایران میں لاگو کرنے کی اس کارروائی میں دلچسپ بات یہ ہے کہ ملک کی پارلیمان کی طرف سے کوئی ایسا حکم جاری نہیں کیا گیا تھا جس میں پردے کی پابندی نہ کرنے کی سزا دی جاتی۔ تہران کے مذہبی حلقوں کی پردے کے سلسلے میں ساری کارروائی نفسیاتی اور معاشرتی بنیاد پر استوار تھی۔ نوجوانوں کو ٹیلیویژن کے ذریعے پردہ کی افادیت بتائی گئی۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن پر پردے کے فوائد بیان کئے گئے۔ اخبارات کے ذریعے پرچار کیا گیا۔

اور سب سے بڑھ کر انقلابی حلقوں نے دوسرے شہروں کو پردے کے لئے متحرک کیا اور ایک باقاعدہ سلسلہ شروع کیا جو کہ ایک اسلامی مہم تھی اور بنیادی طور پر ایرانی اسلام سے منسلک تھا۔ اسی لئے اس مہم میں ہر طرف سے خواتین نے حصہ لیا۔ ابتدائی کچھ عرصہ تک ملازمتوں اور دفاتر میں پردے کی پابندی کی گئی۔ مکانوں کے بڑے بڑے شیشوں پر پردے لٹکائے گئے۔ اسی طرح مختلف کمپنیوں اور سرکاری دفاتر نے بھی اپنی بنیادوں پر ایرانی بے پردہ خواتین کو پردے کی افادیت کا احساس دلایا۔ اس مہم کے دوسرے مرحلے پر جو انقلاب کے تقریباً ڈھائی سال بعد شروع ہوا، لوگوں نے دفاتر، دکانوں، کمپنیوں اور ہوٹلوں میں بے پردہ خواتین کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔ دوسرے مرحلے

کیونکہ کاروبار حضرات خواتین کے داخلے کے لئے ایک سختی کے حق میں نہیں تھے لیکن یہ سب کچھ ایران میں کسی قانون یا فرمان کے سہارے نہیں کیا گیا بلکہ اس مہم کا سب سے بڑا مقصد عوامی تعاون اور مذہبی رہنماؤں کی یکجہتی تھی۔ اسی طرح حکومت نے تہران میں متعدد خواتین کی مشاورت سے پردے کا اہتمام نہیں کیا۔ لیکن ان کے مقابلے میں کوئی ایسا قانون موجود نہیں ہے جس کے ذریعے بے پردگی کے جرم میں سزا دی جا سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایران کے مذہبی رہنما پردے کو سختی کے طور پر مسلط نہیں کرنا چاہتے بلکہ وہ ایک ایسا ماحول اور معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں پردہ بنیادی اہمیت کا حامل ہو۔ ایران کے مذہبی رہنماؤں نے پردے کے سلسلے میں یہ نفسیاتی اور معاشرتی جنگ جاری رکھی تو عنقریب ایسا وقت آئے گا جب پورے ایران میں خواتین پردے کی پابندی کرنے لگیں گی۔

غلط موازنہ

کبھی صدر ضیاء الحق صاحب کی نشری تقریریں بڑے خاصے کی چیز ہوا کرتی تھیں ان میں اہل وطن کے لیے امید افزا یا معلومات افزا بہت سا مواد ہوا کرتا تھا مگر اس بار صدر صاحب کی نشری تقریر ایسی بے مواد تھی کہ اس کے قابلِ تبصرہ پہلوؤں کی تلاش میں ہمیں دو دن صرف کرنے پڑے۔ جو کچھ انہوں نے کہا وہ ہفتوں، مہینوں بلکہ سالوں سے مسلسل سنا جا رہا ہے۔ کوئی تازہ اور نئی بات انہوں نے کہی نہیں کیونکہ کہنے کے لیے اُن کے پاس بھی کوئی تازہ بات رہی نہیں اور تازگی کو برقرار رکھنے کے لیے جس ہوم ورک کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان کی حکومت میں پچھلے دو تین برس سے بالکل معطل نظر آ رہا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے پاس نہ کوئی پروگرام ہے اور نہ لائحہ عمل کا کوئی خاکہ۔ لیکن وہ اپنے خالی ہاتھوں کا تاثر غلط کرنے کی کوشش میں ہیں۔

پچھلے کئی برسوں سے وہ خود پاکستان میں اب تک رائج تمام نظام ہائے حکومت کے ناقد رہے ہیں اور نوید سناتے رہے ہیں کہ پرانے نظام ہائے حکومت کی تمام خطاؤں اور کمزوریوں سے عاری وہ ایک نیا نظامِ حکومت دیں گے۔ اس مضمون کو انہوں نے اپنی تقریروں میں سو سو طرح باندھا ہے کبھی طرزِ انتخاب میں امیدوار کے تقوے اور دینداری کے لیے شرائط عائد کرنے کا مضمون آگے بڑھایا، کبھی جماعتی اور غیر جماعتی اسلوبِ سیاست کی افادیت اور نقصان کی بحث اٹھائی، کبھی صدارتی اور پارلیمانی نظاموں کا موازنہ کرایا، کبھی جداگانہ و مخلوط اور متناسب نمائندگی والے انتخابات کا سوال اٹھایا، کبھی اسلامی جمہوریت اور مغربی جمہوریت کے تنازعے کا سماں باندھا، اور ہر راگ کا ٹیپ یہ رہا کہ وہ بہت جلد پاکستان کے معروضی حقائق سے ہم آہنگ ایک نیا نظامِ حکومت قوم کے سامنے پیش کرنے والے ہیں۔

اپنی تازہ نشری تقریر میں انہوں نے اسی فرسودہ مضمون کو اس طرح باندھا ہے:

"مشرقِ بعید اور جنوب مشرقی ایشیا کے جن ملکوں کا میں نے دورہ کیا ہے ان سب کا طرزِ حکومت مختلف ہے لیکن ایک بات مشترک ہے ان تمام ممالک میں طرزِ حکومت کے نام پر تحریکیں نہیں چلائی جاتیں، کاروبارِ زندگی میں خلل نہیں ڈالا جاتا، توڑ پھوڑ بھی نہیں کی جاتی اور ملک کی اینٹ سے اینٹ بجانے والی سیاست کو بھی نہیں اپنایا جاتا۔ میرے خیال میں قوموں کی خوشحالی کسی مخصوص طرزِ حکومت میں نہیں کئی دوسرے عناصر میں مضمر ہے۔ ہم بھی پاکستان کے حالات اور ضروریات کے مطابق ایک طرزِ حکومت کی تیاری کر رہے ہیں۔ جیسے ہی اس کا خاکہ مکمل ہوا میں خود قوم کے سامنے اسے پیش کر دوں گا۔"

یہ انداز تقریر اُس وقت کا ہے کہ جب پس پردہ بدنظمی ہو یا تیاری مکمل نہ ہو اور کسی پروگرام کے شروع ہونے میں خاصا وقت برباد ہو چکا ہو۔ اور تماشائیوں کی بے چینی اور اضطراب اپنے نقطۂ عروج پر ہو تو پس منظر کی صورت حال کو چھپاتے ہوئے پردے کے سامنے کھڑے ہو کر کہا جاتا ہے کہ "معزز ناظرین! اذیتِ انتظار ختم ہونے کو ہے ایک واقعہ سن لیجیے، چین کے اسٹیج پر، نہیں نہیں کوریا کے کلچرل شو میں یا شاید سنگاپور کے کلچر سنٹر میں ___ ہاں ناظرینِ کرام! ایسے شاندار پروگرام پیش ہوا چاہتا ہے۔"

سوالات ہی سوالات!

حکومت نے گیس اور پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتوں میں ایک بار پھر اضافہ کر دیا ہے۔ پٹرول اور اس کی مصنوعات میں ۲۵ سے ۵۵ پیسے فی لیٹر کا اضافہ کیا گیا۔ تجارتی اور صنعتی صارفین کے لیے گیس کی قیمتیں بھی بڑھا دی گئی ہیں۔ بجٹ پیش ہونے کے چھ ماہ بعد قیمتیں بڑھا دینا پچھلی حکومت کی ظالمانہ روایت تھی جسے موجودہ حکومت نے سنت جیدہ سمجھ کر اپنا لیا ہے۔ اس بار پٹرول کی قیمتیں بڑھا دینے کا وہ معمول والا جواز نہیں تھا جو ہر سال پیش ہوتا رہا ہے یعنی بین الاقوامی منڈی میں تیل کی قیمت میں اضافہ مگر اس بار دوسرا بہانہ گھڑ لیا گیا کہ ڈالر سے روپے کا تعلق ختم کرنے کے سبب یہ اقدام ناگزیر ہو گیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ یہ غلط فیصلہ کیا ہی کیوں گیا تھا؟ اور کیا عوام سے پوچھ کر کیا گیا تھا؟ جواب اس کا خسارہ عوام پر لادا جا رہا ہے؟ جن لال بجھکڑوں نے یہ فیصلہ کر کے قومی معیشت کو بے اندازہ نقصان پہنچایا اور عوام پر روز مرہ کی اشیاء کی مہنگائی کا عذاب مسلط کیا انہیں ان کے غلط فیصلے کی سزا کیا ملی؟ ان کا محاسبہ کب اور کہاں ہوا؟ نوکر شاہی کے یہ دماغ جو اپنے سے زیادہ کسی کو زیرک اور دانا نہیں سمجھتے، غلط فیصلے کر کے بھی سزا نہ پائیں اور عوام کسی غلطی کے مرتکب نہ ہوتے ہوئے بھی ان کے غلط فیصلوں کی سزا بھگتیں۔ کیا یہی اسلام کی نام لیوا حکومت کا اسلامی انصاف ہے؟ آخر ایسے نااہل افراد کے ہاتھ میں ملک کی معیشت مستقلاً کیوں تھما دی گئی ہے؟

گیس کی قیمت میں اضافے کا جو سبب بیان کیا گیا ہے اسے پٹرول کی قیمت میں کمی کا سبب کیوں نہیں بنایا جاتا مثلاً آج یہ کہا جا رہا ہے کہ نئے کنوئیں کھودنے اور پرانے کنوؤں کو بہتر بنانے کے لیے تین ارب روپے کی ضرورت ہے اور پیداواری لاگت کا بوجھ تو صارفین ہی کو برداشت کرنا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ آج تو پیداواری سرمایہ کاری صارفین کی جیبوں سے کرائی جا رہی ہے مگر کل جب پیداوار میں اضافہ ہو کر اُسی تناسب سے آمدنی میں اور نفع میں اضافہ ہوگا تو کیا اُس میں بھی عوام کو شریک کیا جائے گا؟ جو تیل آج ملک میں نکل رہا ہے اُس کے لیے وقتاً فوقتاً جو سرمایہ کاری ہوئی وہ تو عوام سے قیمتیں بڑھا کر اور ٹیکس عائد کر کے وصول کر لی گئی۔ مگر اب تیل کی پیداوار سے جو تیل کے کل خرچ کا بیس فیصد تہائی جا رہی ہے۔ درآمدی تیل کی قیمتوں کے مقابلے میں جو نفع ہو رہا ہے اُس میں عوام کو کیوں شریک نہیں کیا گیا؟ اندرونِ ملک نہایت ارزاں قیمت پر نفت خیز اندوزی کے طور پر جو تیل نکل رہا ہے حکومت اُسے بر آمدی تیل کی قیمت پر بیچ کر جو نفع کما رہی ہے اُس کے حوالے سے عوام کو تیل یا گیس کی قیمتوں میں کیا رعایت دی گئی ہے؟



سخن در سخن

● ایک مشہور ادیبہ کے شوہر فرماتے ہیں۔ ● تقریبِ اجراءِ کتاب کی یا مصنف کی

اشفاق احمد کا بیان

پاک و ہند میں ادیبوں کے ایک جیسے ناموں کی وجہ سے خاصی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تازہ ترین غلط فہمی یہ ہے کہ اب ہندوستان میں بھی ایک صاحب اشفاق احمد منظرِ عام پر آ گئے ہیں۔ یہ صاحب مشہور ادیبہ واجدہ تبسم کے شوہر ہیں۔ "عصری ادب" کے تازہ شمارے میں انھوں نے ایک مضمون لکھا ہے جو اردو میں اپنی نوعیت کا پہلا مضمون ہے اور اس لائق ہے کہ ہر ادیب کی نظر سے گزرے۔ پورا مضمون تو ہم نقل نہیں کر سکتے البتہ اس کے کچھ اقتباسات عام اطلاع کے لئے بلا تبصرہ شائع کئے جاتے ہیں۔

(۱) "...... واجدہ تبسم میری اس کاروباری ذہنیت سے بہت نالاں ہیں۔ اکثر ہوتا ہے کہ ان کے ملنے والے آ گئے۔ انھوں نے کتابوں کی فرمائش کر دی۔ کتابوں کے سیٹ آ گئے۔ معزز ملاقاتی، جو پاکستان، عرب یا امریکہ سے آیا ہوا ہے، عقیدت سے واجدہ تبسم سے کہہ رہا ہے کہ آپ اس پر کچھ لکھ دیں۔ اس وقت میں تمام تکلف کو پرے رکھ کر ان کے سامنے بل پیش کر دیتا ہوں کہ پہلے آپ کتابیں خرید لیں۔ اس کے بعد ادیبہ سے آٹوگراف لیں۔ اس وقت کا ماحول بڑا سنگین ہوتا ہے۔"

(۲) "اگر کسی ادیبہ کا شوہر میری طرح سے ہو تو کتاب چھاپنا بہت منفعت بخش ہے مگر اکثر ادیبہ اور شاعر اپنی کتاب چھاپ کر نقصان اٹھاتے ہیں کیونکہ وہ صرف ادیب اور شاعر ہیں، بزنس مین نہیں۔"

(۳) جب میں نے اپنی تینوں کتابیں طبع والوں کو اچھے داموں پانچ سال کے لئے فروخت کر دیں تو میں بہت اداس ہو گیا کیونکہ دھنو (واجدہ تبسم کا گھریلو نام) کی کتابیں چھاپ کر اور انھیں فروخت کر کے مجھے بڑا سکون ملتا تھا۔ میں یک دم سے بیکار ہو گیا۔ سب سے پہلے میں نے سوچا کہ اب واجدہ کی کتابیں گجراتی اور مراٹھی میں شائع کی جائیں۔ ترکیبات کچھ بنی نہیں۔ اسی طرح میں دن نکلے جا رہے تھے کہ جنوری ۸۷ء میں مشاعرے کے سلسلے میں واجدہ امریکہ سے واپس آئیں اور اپنے مشاعروں کی روداد سنائی۔ امریکہ میں ایک جگہ میاں کلب ہے جہاں پر واجدہ کی نائٹ منائی گئی۔ واجدہ نے اس کا کیسٹ مجھے سنایا اور پھر مجھے احساس ہوا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ مجھے واجدہ تبسم کے کیسٹ تیار کرنے ہیں۔ سب سے پہلے میں نے سوچا کہ خیام صاحب سے میوزک لی جائے۔ خیام صاحب نے مشورہ دیا کہ واجدہ کو اپنی آواز میں بغیر کسی میوزک کے نظمیں، غزلیں اور غزلیں پڑھنی چاہئیں۔ میوزک سے ادبیت ختم ہو جائے گی اور کیسٹ کا تاثر بھی ختم ہو جائے گا۔ پھر میں نے سوچا کہ کمال امروہوی سے اس کا تعارف کرواؤں اور بیچ بیچ میں کمنٹری بھی ہو جائے۔ کمال صاحب نے ٹیپ سنا اور وہ راضی ہو گئے مگر شوٹنگ میں کچھ زیادہ مصروف ہو گئے۔ میں کافی جلدباز انسان ہوں۔ مجھ سے زیادہ صبر نہ ہو سکا اور میں نے واجدہ تبسم کی غزلیں اور نظمیں ان کی اپنی آواز میں ریکارڈ کر کے کیسٹ ریلیز کروا دیا.... اللہ کا احسان ہے کہ امید کے برخلاف کیسٹ کافی بکا۔ اس کیسٹ کا نام میں نے "ہیرے بھرے خواب" رکھا۔"

تقریبِ اجراء

لاہور والوں کی یہ بات ہمیں بہت پسند ہے کہ سال میں دو چار جلسے ایسے ضرور کر لیتے ہیں جن کی گونج پورے ملک میں سنائی دیتی ہے۔ خصوصاً کتابوں اور مصنفوں کو متعارف کرانے کے سلسلے میں وہ کراچی والوں سے بہت آگے ہیں۔ کراچی میں یہ صورتِ حال ہے کہ رسمی سے جلسے میں تعریفی اور تعارفی مضمون پڑھنے والے عموماً خود محتاجِ تعارف ہوتے ہیں لیکن لاہور میں احمد ندیم قاسمی اور اشفاق احمد جیسے بلند مرتبہ ادیب از خود مضامین پڑھنے کی پیشکش کرتے ہیں اور صاحبِ تقریب کی حوصلہ افزائی ایسی فراخدلی سے کرتے ہیں کہ کسی اور کو یقین آئے نہ آئے، صاحبِ کتاب کو اپنے عظیم المرتبت ادیب ہونے کا یقین آ جاتا ہے۔ پھر ایسی تقریبات کا ملک کے اخباروں میں دیر تک چرچا رہتا ہے۔

● پچھلے دنوں لاہور میں ایک ایسی ہی تقریب محمد اختر ممونکا کے سفرنامے "پیرس ۲۰۵ کلومیٹر" کے سلسلے میں ہوئی جس میں تقریباً ایک درجن مضمون نگاروں نے ممونکا کے سفرنامے کو ایک جدید آفریں کتاب قرار دیا، اور ہمارے محترم بزرگ احمد ندیم قاسمی نے تقریب کی صدارت کرتے ہوئے ممونکا کو ان شاندار الفاظ میں دنیائے ادب میں داخلے کی اجازت مرحمت فرمائی: "میں محمد اختر ممونکا کو افق تا افق پھیلے ہوئے امکانات کے ساتھ دنیائے ادب میں خوش آمدید کہتا ہوں۔" یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ افق تا افق پھیلے ہوئے امکانات کا تعلق کس سے ہے۔ ممونکا سے یا دنیائے ادب سے؟

کتاب یا مصنف کی تقریبِ اجراء کی تفصیلات اخباروں میں مسلسل شائع ہو رہی ہیں۔ اس سے متاثر ہو کر ہم نے یہ کتاب خرید ڈالی اگرچہ قیمت بہت زیادہ ہے یعنی پچاس روپے (اگلے وقتوں میں تھا رستے بازاروں میں کتاب کے ساتھ مصنف کو بھی خریدا جا سکتا تھا مگر آجکل مصنف کی قیمت الگ ادا کرنی پڑتی ہے) کتاب کا سرورق بہت معنی خیز ہے۔ ایک ابھی نوجوان ساری دنیا کو کمر پر اٹھائے چلا جا رہا ہے۔ ہمارے بیشتر ادیب آجکل یہی کام کرتے ہیں لیکن سرورق کے پیچھے میں زیادہ خود اعتمادی پائی جاتی ہے۔

ممونکا نے خود اپنی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "جناب احمد ندیم قاسمی کے بھرے دربار میں دندناتا ہوا چلا جاتا ہوں۔ ان کے منہ زور اور منہ پھٹ درباری منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔" اس میں شبہ نہیں کہ ممونکا بڑے بہادر ہیں لیکن انھیں یہ بھی بتانا چاہیے تھا کہ مذکورہ دربار میں منہ تکنے کے علاوہ بھی کوئی کام ہوتا ہے یا نہیں۔ بالو قدسیہ لکھتی ہیں: "میں پرزور سفارش کرتی ہوں کہ آپ اس سفرنامے کو ضرور پڑھیں...... جو لوگ بانو قدسیہ کے مشورے سے مطالعہ کرتے ہیں، انھیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔"

مہمان کا سامان

سید ضمیر جعفری

جنابِ والا کہ یہ سات منزلہ صندوق؟
کسی مکاں کے لئے ہے کہ لامکاں کے لئے؟
جناب اس کا اگر ایک پٹ اکھڑ سکیں،
تو کام آتے محلے میں سائباں کے لئے
جناب اس میں جو سامان ٹھونس کے لائے ہیں
یہ خانداں کے لئے ہے کہ سب جہاں کے لئے
جناب خود ہی بتائیں کہ ہم کہاں رکھیں
نہ یہ زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے

یورپ میں دار العلوم

نقشِ اول: انگلینڈ میں مدتوں سے آباد مسلمانوں میں دینی شعور و بیداری کے باوجود کوئی ایسا ادارہ موجود نہیں تھا جس میں قرآن و حدیث، فقہ و تاریخ اور علومِ دینیہ و فنونِ اسلامیہ کی تعلیم ہو اور جس کا مقصد بنا ایسے اہلِ حق کی جماعت پیدا کرنا ہو جو دینی تعلیم سے آراستہ ہو کر مسلمانوں کے مساجد و مدارس میں ائمہ اور مدرسین کی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ یہاں کی قومی و ملکی زبان سے اچھی طرح واقف ہونے کی بنا پر دیگر اقوام میں اسلام کی تبلیغ کر سکے۔

مسلسل چار سال کی جد و جہد کے بعد مانچسٹر کے قریب کوئی بیس میل کے فاصلہ پر نہایت پُرفضا اور خوشنما بلندی پر واقع ایک سرکاری شفاخانہ (ہسپتال) خریدا، جس کی لاگت ایک لاکھ پندرہ ہزار پونڈ تھی۔ جو خدا کے بھروسے اور ملک و بیرونِ ملک کے مسلمانوں کے چندہ و اعانت سے پوری کی گئی۔

دار العلوم کا محل وقوع: انگلینڈ کا نہیں بلکہ پورے براعظم یورپ کا یہ پہلا دار العلوم دنیا کے مشہور تجارتی اور ثقافتی شہر مانچسٹر سے تقریباً ۲۰ میل دور جانب جنوب میں ایک نہایت پُرفضا بلندی پر واقع ہے۔ عمارت سفید دکھائی دیتی ہے، پہاڑوں سے گھری ہوئی نہایت خوبصورت اور پرکشش ہے۔ اس میں تقریباً ۱۴۰ کمرے ہیں۔ عمارت کے آس پاس آٹھ ایکڑ زمین دار العلوم کی ملکیت ہے جس میں چاروں طرف خوش رنگ پھولدار پودے اور بلند قامت خوبصورت درخت کھڑے ہیں۔ آب و ہوا کی لطافت اور صفائی کی وجہ سے حکومت نے یہاں ٹی۔بی (T.B.) (دق) کا ہسپتال بنایا اور بعض روایات کے مطابق جنگِ عظیم کے دوران محفوظ اور غیر معروف ہونے کی بنا پر سرکاری رازداری کا کام بھی اس عمارت سے لیا گیا تھا۔ مگر بعد میں بعض وجوہ سے ہسپتال بند کر دیا گیا اور یہ جگہ بیچ دی گئی جو دار العلوم کے مقدر میں آئی اور اب یہاں سے جسمانی صحت کے ساتھ روحانی تربیت کا سامان بھی خدا نے اپنے فضل سے پیدا فرما دیا۔ فالحمد للہ علیٰ نعمائہ۔

بلندی (ٹیلے) کے دامن میں ہولکمب (HOLCOMBE) نامی ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہے۔ جہاں مسلمان معدودے چند ہیں۔ اطراف میں چاروں طرف ۳۰۔۴۰ میل کے دائرے میں واقع قصبات مثلاً بولٹن، پریسٹن، بلیک برن، بری، راچڈیل، بریڈفورڈ، اولڈہام، ڈیوزبری، ہالی فیکس، ڈاروِن وغیرہ میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہے جو زیادہ تر ہندو پاکستان سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کے علاوہ دور دراز علاقوں میں بڑے شہروں میں اور قصبات میں بھی مسلمانوں کی کافی تعداد آباد ہے مثلاً لندن، برمنگھم، لیسٹر، کوینٹری، والسال، مانچسٹر، گلاسگو، ایڈنبرا، ڈنڈی، لیوٹن وغیرہ۔ ایک تازہ اخباری اطلاع کے مطابق برطانیہ میں مختلف ممالک کے آباد مسلمانوں کی تعداد ۲۰ لاکھ کے قریب ہے۔

دار العلوم کی بسم اللہ:

اصل میں تو دار العلوم کے حالات مقصود ہیں مگر ساتھ ہی یہاں کے مسلمانوں کے دینی حالات سے بھی لوگوں کو باخبر کرنا مناسب معلوم ہوا۔ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ دار العلوم کے لئے مسلمانوں کے تعاون سے عمارت نہیں بلکہ ایک چھوٹی سی بستی خریدی گئی۔ یہ ۱۹۷۳ء کا سال تھا۔ ڈیڑھ دو سال تک اس میں ضروری مرمت وغیرہ کروا کر ۱۹۷۵ء کے اواخر میں تعلیم بسم اللہ کی گئی۔ ابتداء میں صرف ۱۶ طلبہ تھے مگر اب چھ سات سال کے بعد طلبہ کی تعداد تین سو سے تجاوز کر گئی ہے۔

تعداد طلبہ، اساتذہ و ملازمین:

دار العلوم میں طلبہ کی تعداد امسال ۱۹۸۲ء میں اصحابِ خیر کی تعداد کے مطابق تین سو تیرہ ہے۔ جن میں ۲۶۰ طلبہ پورے برطانیہ کے مختلف اطراف و جوانب کے ہیں جو زیادہ تر ہندو پاکستان اور بنگلہ دیش کے ہیں۔ باقی ۵۰۔۳۰ طلبہ دنیا کے دیگر مختلف چودہ ممالک کے ہیں جن میں امریکہ، ساؤتھ افریقہ، زمبیا، زمبابوے، ری یونین، نائیجیریا، بارباڈوس، سعودی عرب اور یورپ کے دوسرے مقامات قابلِ ذکر ہیں۔ اساتذہ و ملازمین کی کل تعداد ۴۰ کے قریب ہے۔ ان میں درجات عربی کے گیارہ، درجات حفظ کے گیارہ، درجات انگریزی کے چھ، درجہ قرأت و تجوید۔ ان کے علاوہ دفتر، حساب، مطبخ، باغبانی، نگرانی و صفائی کے لئے دیگر دس ملازمین ہیں۔ حکومتِ مصر کی جانب سے طلبہ کو عربی بیچ انگریزی سکھانے کے لئے جامعہ ازہر کے ایک استاذ شیخ عبد اللطیف صاحب مصری کئی سال سے دار العلوم میں متعین ہیں۔ تعلیمی معیار نہایت بلند ہے۔ دیوبند و ندوہ کا ملا جلا کورس مرتب کیا گیا ہے۔ مدتِ فراغت چھ سال ہے۔ اس کے بعد درجاتِ تخصص و افتاء ہے۔ الحمد للہ امسال دار الافتاء قائم ہو کر تدریس بھی شروع ہو چکی ہے۔

انگریزی اسکول: عربی، اردو، حفظ و تجوید کی تعلیم کے علاوہ انگریزی زبان و علوم سکھانے کے لئے دو سال سے حکومت کی منظوری سے دار العلوم میں انگلش سیکنڈری اسکول بھی شروع کیا گیا ہے جس میں دس سال کے اوپر کے طلبہ داخلہ لے سکتے ہیں۔ اس وقت اسکول کے طلبہ کی تعداد دار العلوم میں دو سو کے قریب ہے جن میں حساب، ریاضی، تاریخ، جغرافیہ، سائنس وغیرہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے اور C.S.E. اور O LEVEL کا بھی انشاء اللہ انتظام کیا جائے گا۔

دار العلوم کا آمد و صرف: دار العلوم کا صرف ایک ہفتہ کا خرچ تین ہزار پونڈ ہے جو سالانہ ڈیڑھ لاکھ پونڈ سے زائد ہوتا ہے۔ صاحبِ حیثیت طلبہ سے فی ہفتہ دس پونڈ اور کم استطاعت طلبہ سے پانچ پونڈ فیس لی جاتی ہے بقیہ طلبہ کی کفالت دار العلوم کرتا ہے۔ فیس کی رقم بہت معمولی ہونے سے آمدنی بھی معمولی ہے باقی سارا خرچ اصحابِ خیر کے عطیات و چندہ سے پورا کیا جاتا ہے۔

بے مثال ایثار:

ہم اس موقع پر مسلمانانِ برطانیہ کے خصوصاً اور دیگر مسلمانانِ عالم کے عموماً ممنون و مشکور ہیں کہ انھوں نے اس ادارہ کو اپنا ذاتی ادارہ خیال کر کے نہایت فراخدلی اور بلند حوصلگی سے اس کی مالی امداد کی جہاں دیگر دینی امور میں اپنی ملی حمیت اور مذہبی ہمدردی کا ثبوت دیا وہاں اتفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں اور اس قومی اور علمی ادارے کے تعاون میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ مرد تو مرد عورتوں تک نے اپنے قیمتی زیورات اور نقد سے تعاون کیا۔ ہر شہر اور قصبہ میں جہاں دار العلوم کے ہم خیال و ہمدرد موجود ہیں وہاں اکثر ہر گھر میں دار العلوم کا ایک غلہ (بکس) رکھا ہوا ہے جس میں اپنی آمدنی میں سے پس انداز کر کے روزانہ کچھ نہ کچھ رقم جمع کی جاتی ہے جو ہر ایک دو ماہ کے بعد دار العلوم پہنچائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ سال میں ایک مرتبہ ہر قصبہ و شہر میں عمومی چندہ کیا جاتا ہے جس سے دار العلوم کی مالی ضروریات میں کافی سہارا ملتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ان سب کی اس دینی امداد کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت و وسیلۂ نجات بنا دے۔ ان کی کمائی میں برکت و ترقی عطا فرما کر زیادہ سے زیادہ تعاون کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

درج بالا دار العلوم میں تعلیم و تدریس کیلئے مزید معلومات کی جا سکیں ٹورانٹو میں مسز خان سے اس نمبر 694-4830 پر رجوع کریں۔

ادب و ثقافت

فراق، جوش اور حفیظ کے بعد میں تنہا رہ گیا ہوں

مجنوں گورکھپوری

گفتگو: طاہر مسعود



مجنوں گورکھپوری صاحب گوشہ گمنامی میں زندگی کے خاموش دن کاٹ رہے ہیں۔ ان کے مداحوں اور پرستاروں نے جشن مجنوں دھوم دھام سے منایا۔ اور پھر انہیں فراموش کر بیٹھے جیسے وہ اس شہر میں موجود ہی نہ ہوں۔ کبھی کبھار جب کوئی بڑا شاعر یا ادیب رخصت ہوتا ہے تو اس حوالے سے وہ کسی تعزیتی جلسے کی صدارت کرتے نظر آجاتے ہیں ورنہ وہی گمنامی کے دن اور خاموشی کی راتیں۔ ایک دوپہر میں نے ان سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا اور انٹرویو کی خواہش ظاہر کی تو وہ ناسازی طبع کے باوجود گفتگو پر آمادہ ہوگئے۔ ناظم آباد کے ایک شاندار بنگلے میں دو نشستوں میں انٹرویو مکمل ہوا۔ دوران گفتگو وہ کئی بار ناراض ہوئے۔ مجنوں صاحب ایک عہد ہیں ان سے ملاقات ایک عہد سے ملاقات ہے۔ انٹرویو پڑھیے اور تصور کیجیے کہ دو زمانوں کے درمیانی عرصے میں کیسی کیسی اور کیا کیا تبدیلیاں آچکی ہیں۔

ترقی پسند تحریک اس لئے زوال پذیر ہوئی کہ ترقی پسند دوسروں کے نعروں پر انحصار کرنے لگے

گذشتہ چالیس برس میں ادیب کم اور خوردہ فروش زیادہ پیدا ہوئے ہیں

حیدرآباد ٹیسٹ میں پاکستان نے انفرادی اور عالمی ریکارڈ قائم کر دیئے

عمران خان کی تیز رفتار بولنگ کے سامنے بھارتی کھلاڑی چندھیا گئے

مدثر نذر اور جاوید میانداد کی ڈبل سنچریاں

ایسنڈا میں پاکستانی ٹیم کی شکست کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں، نور خان

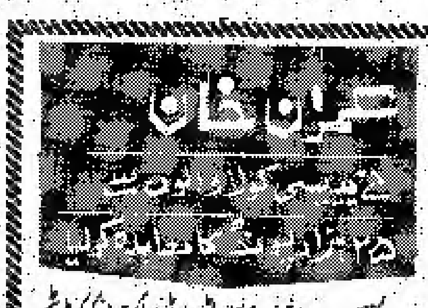
پاکستان نے تیسرے ٹیسٹ میں بھارت کو ۱۰ وکٹ سے شکست دیدی

گاوسکر اور مہندر نے اپنی ٹیم کو اننگز کی شکست سے بچا لیا۔ بھارتی کپتان ۱۲۷ رنز دے کر ناٹ آؤٹ رہا

۶ ٹسٹ کی سیریز میں پاکستان نے صفر ۲ کی برتری حاصل کر لی

عمران خان سب سے کامیاب بولر رہے۔ مین آف دی میچ کا اعزاز

وشواناتھ نے عالمی ریکارڈ برابر کر دیا





مختصر مختصر اشتہارات

ضرورت رشتہ

امریکی کمان کا اصل نشانہ ایران ہوگا

امریکہ میں پاکستانی ڈاکٹر نے دل کی شریان کا کامیاب آپریشن کیا

سکھوں کے مطالبات تسلیم نہ کیے گئے تو ملک بھر میں آگ لگا دی جائے گی

اندرا گاندھی کو ۲۶ جنوری تک سکھوں کے مطالبات تسلیم کرنے کا الٹی میٹم دے دیا گیا

امرتسر میں دربار صاحب کے باہر اکالی لیڈر لونگووال کا اعلان

ترکی ایران سے پانچ لاکھ ٹن تیل خریدے گا

فوج کے آٹھ ریٹائرڈ بریگیڈیئروں کو گریڈ ۲۰ کا افسر مقرر کر دیا

افسران نے افسر بکار خاص کے طور پر فرائض انجام دینا شروع کر دیئے

اسلامی جمعیت طلبہ نے کراچی یونیورسٹی کے دفاتر پر قبضہ کر لیا

کراچی میں دوسرے روز بھی جماعت اسلامی کے حامیوں کے مظاہرے جاری رہے

پولیس نے ابھی تک کسی فرد کو گرفتار نہیں کیا

صدر ضیاء الحق کو امن کا نوبل انعام ملنا چاہیئے

ولی خاں کو کراچی بدر کر کے راولپنڈی پہنچا دیا گیا

یہ بڑی زیادتی ہے کہ پاکستانی خود اپنے ملک میں غیر بن گئے ہیں۔ میر ہزاری

پٹرول اور گیس کی قیمت میں اضافہ ایک نظر میں

مصنوعات	موجودہ قیمت (روپیہ)	نظرثانی شدہ قیمت (روپیہ)	اضافہ (روپیہ)
گیس (فی ہزار مکعب فٹ)			
۱۔ تجارتی صارفین	۲۲.۰۰	۲۵.۳۳	۳.۳۳
۲۔ صنعتی صارفین اور سیمنٹ فیکٹریوں کے لئے	۱۳.۰۰	۱۶.۳۳	۳.۳۳
۳۔ کھاد فیکٹریوں کے لئے	۱۰.۰۰	۱۳.۳۳	۳.۳۳
۴۔ واپڈا اور کے ای ایس سی کو (فیصل آباد اور ملتان شامل نہیں)	۱۲.۰۰	۱۵.۳۳	۳.۳۳
۵۔ واپڈا کو ڈی چارج	۱۰.۰۳	۱۳.۳۶	۳.۳۳
پیٹرولیم فی لیٹر			
۱۔ موٹر گیسولین	۵.۴۵	۶.۰۰	۰.۵۵
۲۔ ایچ او بی سی	۶.۷۵	۷.۳۰	۰.۵۵
۳۔ کیروسین (مٹی کا تیل)	۲.۷۵	۲.۷۵	—
۴۔ ایچ ایس ڈی	۳.۴۵	۴.۰۰	۰.۵۵
۵۔ ایل ڈی او	۲.۷۵	۲.۷۵	—
۶۔ جے پی ۱ (پی آئی اے اندرون ملک)	۴.۳۱	۴.۷۱	۰.۳۵
۷۔ جے پی ۱ (پی آئی اے بیرون ملک)	۴.۵۹	۴.۹۴	۰.۳۵
۸۔ جے پی ۱ (غیر ملکی ایئر لائنز)	۴.۵۹	۴.۹۴	۰.۳۵
۹۔ جے پی ۴	۳.۴۰	۳.۷۵	۰.۳۵
۱۰۔ لیوب بیس آئل	۶.۶۰ (اوسط)	۶.۹۵	۰.۳۵
۱۱۔ اسفالٹ (میٹرک ٹن)	۲۵۰۰.۰۰	۲۸۰۰.۰۰	۳۰۰.۰۰
۱۲۔ فرنس آئل (میٹرک ٹن)	۱۳۵۰.۰۰	۱۷۲۰.۰۰	۳۷۰.۰۰

ویڈیو کیمرز کی تباہ کن وبا پاکستان پہنچ گئی

صرف کراچی میں ہزاروں شائقین روزانہ لاکھوں روپے برباد کر رہے ہیں

ہمارے بچوں کو قادیانی ہونے سے بچاؤ

ایم آر ڈی کو انتخابی اتحاد بنانے پر فیصلہ آئندہ اجلاس تک ملتوی

عبدالولی خاں کو تنظیم کا کنوینر بنانے کے سوال پر پارٹیاں اپنی عاملہ سے منظوری لیں گی۔ ہزاری

بلدیاتی انتخابات کرانے کا مقصد عوام کو چھوٹے چھوٹے مسائل میں الجھانا ہے

From
out
natio
com
The
Islan
Some
• Unity
put up
India's
• Dead

جیتی جاگتی زندگی : مسز فرخ آپ کے نفسیاتی مسائل کا حل پیش کرتی ہیں

بات برابر کی ہے

ہماری شادی کو دس سال کا عرصہ گزر گیا ہے ہمارے دو بچے ہیں میں گزشتہ پندرہ برس سے یہاں مقیم ہوں۔ پہلے پڑھتا رہا۔ پھر شادی ہو گئی۔ میں یہاں کی طرز زندگی کا عادی ہو چکا تھا جب کہ میری بیوی چند ہی سال اور گھر پر رہتی تھی۔ میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا رہتا اور گھر دیر سے آتا۔ میری بیوی نے کئی بار شکایت کی لیکن میں سنی ان سنی کر دیتا تھا۔ اب جب کہ بچے اسکول جاتے ہیں تو میری بیوی گھر سے غائب رہتی ہے اس کے پاس اپنی کار ہے میں شام کو گھر آؤں تو جب وہ نہیں ہوتی انتظار مجھے بہت غصہ آتا ہے۔

میں نے جب اس سے پوچھ گچھ کی تو کہنے لگی میں نے دس برس تک صبر کر لیا اب میں گھر پر نہیں بیٹھوں گی۔ میں نے پوچھا کہ کہاں جاتی ہو تو وہ کہتی ہے۔ تم نے آج تک نہیں بتایا کہ تم کہاں جاتے ہو یہ سب کچھ میری برداشت سے باہر ہے لیکن پیشتر اس کے کہ میں کوئی فیصلہ کروں میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔

ایکس۔ وائی۔ لیڈ بیکنگھم

کوئی مفروضہ صحت ہوتی تو وہ آپ کی گزشتہ حرکتوں کو اتنا عرصہ برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ آپ کو عدالت کے روبرو پیش کر کے طلاق لے چکی ہوتی یہ تو اپنے ہاں کی عورت کا حوصلہ ہے جو برسوں تک شوہر کی زیادتیاں برداشت کرتی رہتی ہے۔

آپ کی بیوی آپ کو صرف آئینہ دکھا رہی ہے وہ آپ کبھی باز نہ آتے وہ پوچھتی ہے کہ آپ نے کب اسے بتایا کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ شادی کے وقت صرف آپ یہاں کی طرز زندگی کے عادی تھے اب آپ کی بھولی بھالی بیوی بھی اس کی عادی ہو چکی ہے۔ پھر یہ تلملانا کیسا۔

فیصلہ کرتے ہوئے کسی اور سے مشورہ کیوں لیتے ہیں۔ اپنی بیوی سے ہی پوچھئے کہ میں جو کچھ کرتا رہا تم خاموش رہیں۔ اب میں خاموش نہیں رہ سکتا۔ میں تم جیسے باہر روی کا الزام لگا دوں گا۔ تمہیں بدنام کروں گا۔ تم دیکھ لو۔ تم یہ سب کچھ برداشت کرو گی۔

ویسے آپ کو اگر احساس ہو ہی گیا ہے تو منا لیجئے اپنی بیوی کو۔ یقین کریں وہ کہیں نہیں جائے گی۔ آپ دونوں مل کر اپنے بچے بیٹھ کر دیکھ دیں، پھر فیصلہ کریں کہ کیا کرنا ہے۔ ایک ساتھ رہنا ہے تو ایک دوسرے کو کتنی رعایت دی جا سکتی ہے۔

اہمیت میں اضافہ

میرا ایک بچہ ہے اس کی عمر ۹ سال ہے مجھے لگتا ہے جیسے میرے شوہر اسے ضرورت سے زیادہ توجہ دے کر مجھ سے دور لے جا رہے ہیں۔ وہ شام کو آتے ہیں تو کبھی اسے پارک لے جاتے ہیں۔ کبھی دونوں باپ بیٹا فٹ بال میچ کے لئے چلے جاتے ہیں، اسی طرح ویک اینڈ پر ہوتا ہے۔ ہفتے کے بعد دونوں اکثر ہائیڈ پارک یا لڈو چلے جاتے ہیں اور میں گھر پر رہ جاتی ہوں۔ میں اپنے بیٹے سے بے حد محبت کرتی ہوں میرے شوہر کہتے ہیں میں اتنا مصروف رہتا ہوں جو بھی وقت ملتا ہے تو میں اپنے بیٹے کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ میری کوئی ہستی نہیں ہے۔ آخر میں نے اسے جنم دیا ہے میری کوئی اہمیت ہی نہیں۔

ایک ماں ۔ لندن

کیوں دل جلاتی ہیں یہ مرد اپنی پہلی پہلی اولاد کو پا کر اپنی انا پرستی کا اسی طرح مظاہرہ کرتا ہے

ہے اس نعمت کے حصول کے لئے شریک حیات کی محنت بھول جاتا ہے۔ کل خدا کے فضل سے دو بچے ہوں گے تو پھر یہ چونچلے کم ہو جائیں گے۔

ویسے ایک طرح اچھی بات لگتی ہے۔ بچوں کو ماں کی رفاقت تو ہر وقت میسر ہوتی ہے لیکن باپ بیرونی مصروفیات کی وجہ سے اپنی توجہ بہت کم بچوں کو دے سکتے ہیں۔ یہ حق آپ کا فرہم ہے کہ وہ بچے کو چھینا چاہتے ہیں ایک اچھی بیوی کو حاصل کرنا خوش نصیبی ہوتی ہے۔ اور اولاد پا کر اس خوش نصیبی کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی اہمیت کم نہیں بلکہ زیادہ ہوتی ہے۔

جائیداد ۔ وبال جان

ہم پانچ بھائی ہیں۔ ایک چھوٹا بھائی پاکستان میں ہے۔ باقی یہاں ہیں وہ وہاں ملازمت کرتا ہے۔ گزشتہ برس ہم نے اس کی شادی ایک متمول گھرانے کی لڑکی سے کی۔ لڑکی والوں نے کچھ جائیداد ہمارے بھائی کے نام کر دی۔ اس پر ان کے قریبی رشتہ داروں نے بہت واویلا مچایا اور مقدمہ کر دیا۔ مقدمہ بازی میں بہت خرچ ہو رہا ہے لڑکی والے ہمارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں مجھے چند عزیزوں کے خطوط آئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ تمام گڑبڑ آپ کے گھر والوں کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ میں گھر والوں سے پوچھتا ہوں تو وہ اور کہانی سناتے ہیں۔ میں خط پڑھ پڑھ کر تنگ آ گیا ہوں، وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ سب کچھ لڑکی والوں کی وجہ سے ہوا ہے۔

ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہم میں سے ایک بھائی پاکستان چلا جائے۔ بڑے بھائی سے کہا کہ وہ چلے جائیں لیکن وہ جانے سے لئے پس و پیش کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے وہ جانا نہیں چاہتے۔ والد صاحب بھی لکھتے ہیں کہ کوئی مقدمے کی پیروی کے لئے یہاں آئے۔ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ کیا کریں۔

ح۔ د۔ م

سچ بات تو یہ ہے کہ آپ کا اس معاملے میں کودنا بے معنی ہے۔ البتہ اگر آپ صرف یہ جاننا چاہیں کہ حقیقت کیا ہے اور بھائی کو اس دلدل سے کیسے نکالا جائے تو آپ صرف چند ہفتوں کے لئے وطن چلے جائیں معاملہ کچھ عجب سا ہے۔ کہ لڑکی والوں نے اپنی مرضی سے جائیداد اپنے داماد کو دے دی پھر وہ بھلا مقدمہ کیوں کریں گے۔ کیا وہ جائیداد متنازعہ تھی۔ ورنہ دوسرے لوگوں کو کیوں اس سے تکلیف ہو رہی ہے۔

آپ کے بڑے بھائی اگر کسی مجبوری سے وطن نہیں جانا چاہتے تو آپ زبردستی نہ کریں آپ ماشاءاللہ چار بھائی یہاں ہیں۔ باری باری چکر لگا لیجئے۔ والد صاحب کی دلجوئی بھی ہو جائے گی۔ اصل معاملہ بھی پتہ چل جائے گا۔ ویسے اپنے بھائی سے کہیں کہ جان جوکھوں میں ڈالنے سے بہتر ہے اس جائیداد کو ہی ترک کر دیں۔ ایسی ملکیت کا کیا فائدہ جو وبال جان بن جائے۔

ایڈوانس بیوی

میں ایک جنوبی ایشیائی زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میری عمر ۲۴ سال ہے۔ ہمارا گھرانہ مذہبی زندگی اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے۔ میری ہمیشہ سے یہ خواہش تھی کہ میں کسی ایڈوانس گھرانے کی لڑکی سے شادی کروں۔ والدین نے میری یہ خواہش پوری کر دی دو ماہ قبل میری شادی ہو چکی ہے۔ لڑکی



کی عمر ۲۰ سال ہے اور وہ متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہے لیکن کچھ زیادہ ہی ایڈوانس ہے۔ شروع میں میں نے اس کے ساتھ بہت تعاون کیا بلکہ میں اپنی خوش بختی پر ناز کرتا تھا میں نے اسے سارے حالات بتا دیئے کہ میری تنخواہ اتنی ہے۔ وہ ہر طرح مطمئن تھی اس نے کہا کوئی بات نہیں روکھی سوکھی کھا لیں گے اس سے مجھے بہت پیار تھا۔ سب گھر والے اور رشتہ دار اس کی بہت تعریف کرتے تھے سب لوگ ہماری جوڑی کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہم خوب گھوما پھرا کرتے تھے۔

پھر بیگم صاحبہ یکدم بدل گئیں نہ جانے کس کی نظر لگ گئی۔ اس نے میکے پہنچتے ہی میرے خلاف شکایتوں کے دفتر کھول دیئے۔ کہ یہ میرے ملے ضروریات پوری نہیں کرتے کوئی چیز خرید کر نہیں دیتے تنخواہ کم ہے میں گھر کا خرچ کیسے چلاؤں، وغیرہ وغیرہ!

وہ تھکتی ہوئی رہتی ہے لیکن جب پیار کرتی ہے تو ٹوٹ کر پھر میں ساری تلخی بھول جاتا ہوں ایک بار اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ تم خواہشات پوری نہیں کر سکتے تو طلاق دے دو اس کے باوجود میں اسے بہت چاہتا ہوں لیکن اس کی بے جا فرمائشوں سے تنگ آ گیا ہوں وہ بہت پریشان کرتی ہے۔

غلام محمد ۔ لیڈز

آپ نے اپنی رفیق حیات کا ذکر کرتے ہوئے پہلی بار اسے "لڑکی" کہا اور پھر "بیگم صاحبہ"۔ وہ اس کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ وہ آپ کی بیوی ہے اسی طرح یہ کہنا کہ وہ کچھ زیادہ ہی ایڈوانس ہے یہ ظاہر کرتا ہے جیسے یہ بات کہنے والا کوئی غیر ہو اس کا اپنا شوہر نہ ہو۔ جیسے کوئی راہ چلتا شخص کسی ایسی لڑکی پر جملہ کس دے جسے حاصل نہ کر سکا اسے محض حسرت ہو۔ حالانکہ وہ لڑکی آپ کی بیوی ہے اس کی تمام خوشیاں آپ ہی کے لئے ہیں۔ اور ہر فرمائش وہ آپ ہی سے کرے گی۔

ٹھیک ہے اس نے یہی کہا ہو گا کہ ہم دو کبھی سوکھی کھا کر گزارا کر لیں گے شادی سے قبل تو

یہ تازہ تازہ پیار اور محبت ہوتی اہم لگتی ہے جیسے محبت کریں گے اور تازہ ہوا پر جی لیں گے جب جذبات کا زور ذرا کم پڑتا ہے تو چھوٹی چھوٹی خواہشیں سر اٹھاتی ہیں آپ کو ٹوٹ کر چاہنے والی یہ لڑکی آپ سے محبت کی یقین دہانی چاہتی ہے اس کے دل میں اعتماد پیدا کریں اسے یہ گمان نہ ہونے دیں کہ میں نے تم سے شادی کر کے غلطی کی۔ تم تو کچھ زیادہ ہی ایڈوانس ہو۔

آپ کی بیوی پڑھی لکھی ہے اگر آپ کی مالی حالت ایسی نہیں کہ زندگی کی گاڑی کو کھینچ سکیں تو دونوں میاں بیوی باہمی مشورے سے کوئی منصوبہ بنائیں۔

مکالمہ

رو رہی تھی بچارن ایک
پوچھا کیوں ؟
بولی . . . ٹوٹ گیا وہ بوتا میرا
بھا لیے اور . . . . .
"میں نے نہیں !!!
خدا نے بنایا تھا"
(نیرہ)

ولی خان

بعض لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں ملک کا مستقبل کیا ہے۔ ہم نہیں اس کے بارے میں کچھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے تو اس کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا ہے۔ [illegible]

[illegible]

منتخب افسانہ

جاوید خٹک

قد آور ٹھگنا



شیرے سے پہلی ملاقات کا منظر اب بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے حالانکہ یہ پندرہ سولہ برس پرانی بات ہے۔ دنیا بھر میں دوسری عالمگیر جنگ کے سبب بادل چھائے ہوئے تھے شیرے سے میری پہلی ملاقات بھرتی کے میدان میں ہوئی۔ جسیموں بیجانہ ناقد زدہ نوجوان قطار باندھے کھڑے تھے۔ انہوں نے قمیضیں اور بنیانیں اتار رکھی تھیں اور شلواروں کے پائنچے گھٹنوں سے اوپر اٹھا رکھے تھے۔ میرے کئی نائب ان امیدواروں کے قد کی لمبائی دیکھ رہے تھے۔ وزن لئے رہے تھے اور سینوں کے پھیلاؤ ناپ رہے تھے۔ یہ نائب ابتدائی معائنے میں کامیاب امیدواروں کے سینے پر چاک سے نشان بنا رہے تھے۔ ناکام امیدواروں کو قطار سے باہر نکال رہے تھے۔ دوسرے ناکام امیدوار کپڑے پہن پہن کر افسردہ لگا رہے اور بوجھل قدموں سے اپنے اپنے گھروں کا رخ کر رہے تھے۔ لیکن جب شیرے کو قطار سے باہر نکالا گیا تو وہ سیدھا میرے پاس آیا اور شکایتی انداز میں پوچھنے لگا۔ "کپتان صاحب یہ لوگ مجھے کیوں نہیں لے رہے۔ میرا وزن پورا ہے مجھے کوئی بیماری نہیں۔ میں ہٹا کٹا ہوں۔ میرے سینے کا پھیلاؤ ساڑھے تین انچ سے بھی زیادہ ہے۔ میرا قد اگر ذرا چھوٹا ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں دو آدمیوں کے برابر کام کر سکتا ہوں"۔

وہ سب کچھ ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔ اس سے پہلے بھی میں اکثر ناکام امیدواروں سے اس قسم کی باتیں سن چکا تھا۔ اس لئے مجھے شیرے کی باتیں سن کر تعجب نہیں ہوا۔ میرا ایک نائب مسکرا کر کہنے لگا "ڈاکٹر صاحب! اس ٹھگنے کا قد ذرا نہیں بلکہ پورے چار انچ چھوٹا ہے۔ اس کی گردن تو سرے سے ہے ہی نہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے ایک بڑا سا خربوزہ اس کے کاندھوں پر رکھ دیا ہو"۔

جب میں کام سے فارغ ہو کر بنگلے پر پہنچا تو شیرے کو منتظر پایا۔ عام حالات میں اگر کوئی امیدوار میرے گھر پر آیا ہوتا تو میں اسے سختی سے جھڑک کر بھگا دیتا لیکن مجھے شیرے سے ہمدردی ہو گئی تھی۔ اس سلسلے میں نے ایک بار پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی، لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ وہ میدان کارزار میں داد شجاعت دینا چاہتا تھا۔ اسے جرمنوں اور جاپانیوں سے کوئی عداوت نہیں تھی۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کہاں بستے ہیں۔ اس نے صرف اتنا سن رکھا تھا کہ اکثر جاپانی سپاہی اس سے بھی زیادہ ٹھگنے تھے۔ وہ اپنے موجودہ ماحول سے دور بھاگنا چاہتا تھا جہاں لوگ "ٹھگو خان" کہہ کہہ کر اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ طویل القامت انسانوں سے زیادہ جرات اور طاقت کا مالک تھا۔

شیرا ایک نفسیاتی مریض تھا۔ اس کا کیس پہلی ہی نظر میں عیاں ہو گیا۔ وہ شدید احساس کمتری کا شکار تھا۔ ایک ڈاکٹر کے لئے وہ نہایت دلچسپ کیس تھا میں اس کا علاج کرنا چاہتا تھا۔ اس کے تحت الشعور میں لمبے انسانوں کے خلاف نفرت کے جو جذبات نشوونما پا رہے تھے وہ انہیں دور کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے یہ ترغیب دے کر اسے اپنے یہاں ملازم رکھ لیا کہ میں دواؤں اور ورزش کے ذریعے اس کا قد بڑھانے کی کوشش کروں گا جس کے بعد اسے فوج میں بھرتی کر کے محاذ جنگ پر بھجوا دوں گا۔

میں نے شیرے سے وعدہ تو کر لیا تھا لیکن اس کا قد بڑھ جانے کے بارے میں مجھے ایک فیصدی بھی امید نہیں تھی۔ وہ عمر کی اس منزل پر پہنچ چکا تھا جہاں قد آگے بڑھنے سے انکار کر دیتا ہے۔ پھر بھی میں نے ہمت نہیں ہاری اور متواتر کئی مہینے نہایت باقاعدگی کے ساتھ اسے ورزش کراتا رہا۔ وہ ہر چار ہفتے اپنا قد ناپنے کے لئے بھرتی کے دفتر جاتا رہا اور وہاں سے منہ لٹکائے لوٹ آتا۔ میرے سٹاف نے بھی اس کا مذاق اڑانا چھوڑ دیا۔ وہ نہایت خلوص سے اس کی دلجوئی کی کوشش کرتے تھے لیکن ہم سب کے نیک ارادے اور دعائیں اس کا قد بڑھانے میں ناکام رہیں۔ مجبور انسان کبھی کبھی قدرت کے فیصلوں میں ترمیم کرنے پر قادر ہوتے ہی نہیں۔

ان چند دنوں میں مجھے شیرے کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ پستہ قد تھا۔ انتہائی بدصورت تھا لیکن اس کی ظاہری بدصورتی نے اس کے کردار و اطوار پر برا اثر نہیں ڈالا تھا۔ وہ بہت سخی، رحم دل اور خوش اطوار تھا۔ اس سے کسی کا دکھ درد نہیں دیکھا جاتا تھا۔ جتنی تنخواہ وہ مجھ سے لیتا تھا، ساری کی ساری محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے میں صرف کر دیتا۔ وہ نہ صرف گھر کے کام کاج میں دوسرے ملازموں کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتا بلکہ اکثر راہ چلتے بیمار اور کمزور انسانوں کا بوجھ بھی اپنے سر پر اٹھا لیا کرتا تھا۔ اسے جانوروں سے بھی بہت محبت تھی۔ ہر دوسرے تیسرے روز وہ کوئی نہ کوئی خارش زدہ اور بیمار کتا یا بلی اس کے پچھواڑے لے آتا۔ وہ ان بے زبانوں کو صابن اور گرم پانی سے خوب نہلاتا اور اپنے حصے کا کھانا کھلا کر ہنسی خوشی رخصت کر دیا کرتا۔

اگرچہ اپنے سے کم طاقت اور حیثیت کے انسانوں کے لئے شیرے کے ہونٹوں پر ہر وقت مسکراہٹ کھیلتی رہتی لیکن طاقت کے نشے میں مغرور انسانوں کو وہ مخاطب کرتے وقت نہ صرف اس کے لہجے میں درشتی اور کرختگی آ جاتی بلکہ اس کی آنکھوں میں بھی نفرت اور حقارت جھلکنے لگتی۔ میں نے شیرے کے دل سے احساس کمتری دور کرنے کی بہت کوشش کی۔ اس پر واضح کر دیا کہ کھیل کود کے میدان اور محنت مشقت میں وہ دوسرے اکثر مردوں سے بہتر تھا۔ لیکن اس کے باوجود میری کوششیں بارآور نہ ہو سکیں کیونکہ جب کبھی اس کے دل میں خود اعتمادی کے خوابیدہ جذبات کروٹیں لیتے تو کوئی نہ کوئی ظالم اس کے پستہ قد کا مذاق اڑا کر اس کے خوابوں کے رنگین محل دم بھر میں مسمار کر دیتا۔

شیرے کی زندگی آخر ایک روز اس کے لئے مصیبت بن گئی۔ میرے بنگلے کے قریب ہی پہلوان نامی ایک شقی القلب آدمی رہتا تھا۔ نہ جانے اس کا کاروبار کیا تھا لیکن وہ نہایت عیش و آرام سے زندگی بسر کرتا تھا۔ دولت کا نشہ اس کے سر میں سما گیا تھا جس کے باعث غریب اور کمزور انسانوں پر بے تحاشا ستم توڑنا اس کا معمول بن گیا تھا۔ ہر روز جب تک وہ دس بیس کو ماں بہن کی گالی نہ دے لیتا اور آٹھ دس کی کمر پر اپنے بید کا نشان نہ چھوڑ دیتا اسے چین نہیں آتا۔ شیرے سے تو پہلوان کو خدا واسطے کا بیر تھا۔ شیرے کو کمزوروں، لاچاروں کی مدد کرتے دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ سی لگ جایا کرتی تھی اور وہ اسے خوب جلی کٹی سنایا کرتا۔

ایک روز پہلوان کے غصہ کا پارہ معمول سے کچھ زیادہ چڑھا ہوا تھا۔ جب اسے اپنا غصہ اتارنے کے لئے کوئی انسان نظر نہیں آیا تو اس نے اپنے دل کی بھڑاس ایک بیمار اور لاغر کتے پر نکالنے کی کوشش کی، جو سڑک کے کنارے لیٹا ہوا تھا۔ وہ کتے کو بید سے بری طرح پیٹ رہا تھا کہ اتنے میں شیرے کا ادھر سے گزر ہوا۔ شیرے نے پہلوان کو اس مذموم حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی جس کے باعث اسے بھی ماں بہن کی گالیاں سننی پڑیں۔ پہلوان غصے میں تو تھا ہی، شیرے کی مداخلت نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور وہ بید تھام کر شیرے کی خبر لینے دوڑا۔ دراز قامت پہلوان کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر پہلے تو شیرے سے کچھ بھی نہ بن آئی کہ وہاں سے بھاگ جائے لیکن زخمی کتے سے بچھڑ سکتے کو در در سے بلبلاتے دیکھ کر اس کے دل میں پہلوان کے خلاف نفرت کا بے پناہ سیلاب امڈ آیا۔ قریب ہی ایک بڑا سا پتھر پڑا تھا۔ شیرے نے لپک کر یہ پتھر اٹھایا اور پہلوان کے ایسا مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

شیرے پر پہلوان کے قتل کا مقدمہ چلا۔ میں نے اسے بچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ روپیہ پیسہ دریغ خرچ کیا اور صفائی کے لئے شہر کے بہترین وکیل کی خدمات حاصل کیں۔ میں اسے پھانسی کے تختے سے بچانے میں کامیاب تو ہو گیا لیکن سزا سے نہیں بچا سکا اور اسے دس سال کے لئے جیل بھیج دیا گیا۔

میرے تبادلے کے احکامات شیرے کے مقدمہ کے دوران ہی موصول ہو گئے تھے۔ لیکن میں نے شیرے کا مقدمہ لڑنے کی خاطر چھٹی لے رکھی تھی۔ اب شیرے کا مقدمہ بھی ختم ہو چکا تھا اور میرے لئے یہاں زیادہ رہنا لاحاصل تھا اس لئے میں بھی اداس اور ملول یہاں سے روانہ ہو گیا۔

ملازمت کے سلسلے میں بارہ تیرہ برس تک جگہ جگہ کی خاک چھاننے کے بعد جب میں پنشن لے کر اپنے شہر لوٹا تو شیرے کو رہا ہوئے دو تین سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس طویل عرصے میں شیرا بہت بدل چکا تھا۔ غریبوں اور بے کسوں کی مدد اب بھی اسی طرح سے کر رہا تھا۔ لیکن اب وہ شہر کا سب سے بڑا بدمعاش سب سے نامی غنڈہ تھا۔ شہر کے بچے لفنگے اس کا نام سن کر تھرا اٹھتے تھے۔ ہر بڑی چوری اور ڈکیتی میں اس کا نام ہوتا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہا تھا لیکن وہ اس دولت سے تجوریاں نہیں بھر رہا تھا بلکہ اس کا بیشتر حصہ اپاہجوں اور دوسرے محتاجوں کے کام آ رہا تھا۔

میرے آنے کی خبر سن کر شیرا دوڑا دوڑا میرے پاس آیا۔ اس کی بدمعاشی اور غنڈہ گردی کی داستانیں سن کر مجھے اس پر بڑا غصہ آ رہا تھا لیکن مجھے اب بھی اس سے ہمدردی تھی۔ جب میں نے اسے اس کے ذلیل پیشے پر لعن طعن کی تو مسکرا کر کہنے لگا۔ "ڈاکٹر صاحب! آپ نہیں جانتے کہ مجھے یہ سب کچھ کر کے کتنا سکون مل رہا ہے۔ میں صرف ان امیروں کو لوٹتا ہوں جو اپنی دولت کا صحیح مصرف نہیں جانتے۔ میں ان امیروں سے دولت لوٹ کر ان غریبوں میں بانٹ دیا کرتا ہوں جنہیں اس کی شدید ضرورت ہے۔ یہ تو کوئی جرم نہیں"۔

میں اتنی آسانی سے بھلا کب قائل ہونے والا تھا۔ میں اب بھی اس کی غلط روی کی مذمت کرنے سے باز نہیں آیا اور دیر تک اس سے بحث میں الجھا رہا۔ لیکن اس پر میری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس نے مجھے بتایا کہ جیل کی تنگ و تاریک دنیا میں اور اس نے پست قد ہونے کے باوجود قد آور بننے کا ڈھنگ سیکھ لیا تھا۔ اس نے جیل میں خوش وضع لمبے تڑنگے مجرموں کو ذرا ذرا سی تکلیف پر بچوں کی طرح روتے بسورتے دیکھا تھا۔ یہ لوگ غبارے کی طرح پھولے ہوئے تھے۔ سوئی کی ذرا سی نوک بھی ان کی ساری ہوا نکال کر انہیں بے جان چیتھڑے بنا سکتی تھی۔ ایسے لوگوں سے نفرت کون کرے۔ ان کی کمزوری پر تو رحم آتا ہے۔ وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ "میں چھوٹا سا آدمی ہوں لیکن بڑے بڑے کام کر رہا ہوں۔ اب کس کی مجال ہے جو مجھے ٹھگنا کہہ سکے۔ اب تو میں ہر ایک کی نظروں میں دراز قامت انسانوں سے بھی بڑا ہوں"۔

شیرا کی باتیں سن کر میرا دل اس کے لئے رو اٹھا۔ کیونکہ وہ اب بھی احساس کمتری کا شکار تھا لیکن وہ اپنی کمزوری کو بدمعاشی کے لبادے میں چھپانے کی کامیاب کوشش کر رہا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ دوبارہ قید و بند کی مصیبتوں میں مبتلا ہو۔ اس لئے میں نے اس کے دل میں قانون کا ڈر پیدا کرنے کی کوشش کی۔ تھوڑی دیر تک عجیب سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیلتی رہی اور پھر وہ کہنے لگا۔ "ڈاکٹر صاحب! آپ انسانوں کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں لیکن میں آج آپ کو ایک گر کی بات بتاتا ہوں۔ اس دنیا کی منڈی میں ہر انسان بکتا ہے۔ کسی کی قیمت روپے ہوتی ہے کسی کی دس لاکھ۔ میں مانتا ہوں کہ قانون کے ہاتھ بہت لمبے ہیں لیکن سونے چاندی کی چمک دمک سے کبھی کبھی قانون کی آنکھیں بھی چندھیا جاتی ہیں"۔

شیرے سے مزید بحث بیکار تھی۔ اس لئے میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ میں نے شہر کے ہسپتال میں سول سرجن کی حیثیت سے کام شروع کر دیا تھا۔ کچھ تو میری مصروفیات اور کچھ اس سبب سے کہ اب میری اور شیرے کی راہیں الگ الگ تھیں ہم دونوں آپس میں بہت کم ملتے۔ ویسے بھی ایک غنڈے کے ساتھ میل جول ہم شریفوں کو بھلا کب زیب دیتا ہے۔ شیرے کو مجھ سے بے اندازہ عقیدت تھی۔ وہ میرے احساسات کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ شاید اسی لئے اس نے میرے یہاں آنا جانا کم کر دیا تھا۔

قدرت کو شاید ایک دوسرے سے دور رہنا گوارا نہیں تھا۔ اس نے ایک بار پھر ہم دونوں کو ایک دوسرے کے بہت قریب پہنچا دیا۔ نیا پولیس کپتان شہر کو شرپسند اور جرائم پیشہ عناصر سے پاک کرنا چاہتا تھا۔ شیرا غنڈوں کا سرغنہ تھا۔ اس لئے پولیس کا سب سے پہلا چھاپہ شیرے کے ٹھکانے پر پڑا۔ شیرے کو بھلا اپنی یہ بے عزتی کیوں گوارا ہوتی۔ اس کے اکثر ساتھی بھاگ نکلے لیکن خود شیرے اور اس کے دو چار وفادار ساتھیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ دونوں طرف سے گولیاں چلیں۔ پولیس کے کئی آدمی مارے گئے اور آخر وہ قمار خانے کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئی۔

شیرے کو پولیس کی حراست میں ہسپتال لایا گیا وہ بے ہوش تھا۔ اس کا جسم پولیس کی گولیوں سے چھلنی ہو چکا تھا لیکن وہ زندہ تھا۔ اس حالت میں دیکھ کر بے اختیار میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے نہایت توجہ اور محنت سے اس کا علاج کیا۔ کئی کئی راتیں اس کے سرہانے جاگ کر کاٹیں اور خدا خدا کر کے اسے دوبارہ زندوں کی دنیا میں لانے میں کامیاب ہو گیا لیکن اب میں سوچتا ہوں میں نے شیرے کو موت کے منہ سے چھینے میں بڑی غلطی کی۔ اگر میں نے اسے دوبارہ ہوش میں لانے کی سر توڑ کوشش نہ کی ہوتی۔ اگر اسے اسی عالم میں ابدی نیند سو جانے دیا جاتا تو اسے مزید تکلیفیں سہنے سے بچا لیتا لیکن میں بھی کیا کرتا۔ شیرے کے غم خوار ہونے کے باوجود میں ایک ڈاکٹر تھا اور مریض کی جان بچانا میرا اولین فرض تھا۔

میں نے وقتی طور پر شیرے کو موت کے پنجے سے چھڑا لیا لیکن میری کوششیں بے سود تھیں کیونکہ قانون کے محافظ شیرے کی موت کے منصوبے بنا رہے تھے۔ اس نے قانون سے ٹکر لے کر بہت بڑی حماقت کی تھی۔ یہی نہیں بلکہ اس نے قانون کے محافظوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اسی جرم کی پاداش میں اس چھوٹے قد اور بڑے دل والے شیرے کو موت کی سزا دی گئی۔ میں آخری گھڑی تک شیرے کے پاس رہا۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو پھانسی کے تصور ہی سے لرز اٹھتا۔ لیکن شیرا نہایت اطمینان سے موت کا انتظار کرتا رہا۔ دنیا چاہے جو کچھ کہے لیکن وہ خود کو مجرم اور قاتل نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے بڑے قد والے انسانوں کو کمزوروں پر ظلم و ستم کرتے دیکھا تھا۔ زندگی کے اس المیے میں اس نے جو رول ادا کیا وہ اس سے مطمئن تھا۔

سورج نکلتے ہی شیرے کو پھانسی کے تختے پر لے جایا گیا۔ چھوٹے قد کا ایک کمزور انسان اپنے آخری سفر پر روانہ ہو رہا تھا۔ اس نے اور گرد اب بھی بڑے قد و قامت والے افراد کے طویل سائے پھیلے ہوئے تھے۔ جب اس سے آخری خواہش کے بارے میں پوچھا گیا تو اس کے اداس ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں۔ لیکن ایک پھانسی میرے سینے میں اب بھی چبھی ہوئی ہے کاش میرا قد چار انچ بڑھ سکتا"۔

شیرے کے آخری الفاظ سن کر میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے میں نے اپنا منہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا کیونکہ شیرے کی رخصت کا منظر دیکھنے کی تاب مجھ میں نہیں رہی تھی۔

اب میں شیرے کی لاش کے پاس بیٹھا سوچ رہا ہوں کہ شیرے کی زندگی کا انجام کیا اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ آخر دنیا نے اس کے جذبات کو سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ اس کے چھوٹے قد کو ہمیشہ نفرت و حقارت کی نظروں سے کیوں دیکھا۔ کیا اس وسیع دنیا میں سب انسانوں کے لئے گنجائش نہیں ہے؟

پھر بھی مجھے خوشی ہے کہ پھانسی کی رسی نے شیرے کی آخری خواہش کا احترام کیا ہے کیونکہ اس کا قد پل بھر میں چار انچ بڑھ گیا ہے۔ اب کوئی بھی اسے ٹھگنا نہیں کہہ سکتا۔

fortnightly
al-Hilal
Vol.11 No.21
January 25, 1983
Phone: 424-1989, 493-4374
50 ¢
338 Hollyberry Trail
Willowdale, Ont.
Canada M2H 2P6
Editor: S. Sajjad Hyder
Managing Director: M. Lateef Owaisi

آئینی ڈھانچہ بہت جلد پیش کر دیا جائیگا۔ ضیاء

عوام اور سیاستدان نئے ڈھانچے پر غور کریں گے اور رائے کا اظہار کریں گے

کابینہ میں عنقریب ردوبدل اور توسیع ہوگی

نئی کابینہ سیاسی و غیر سیاسی افراد پر مشتمل ہوگی

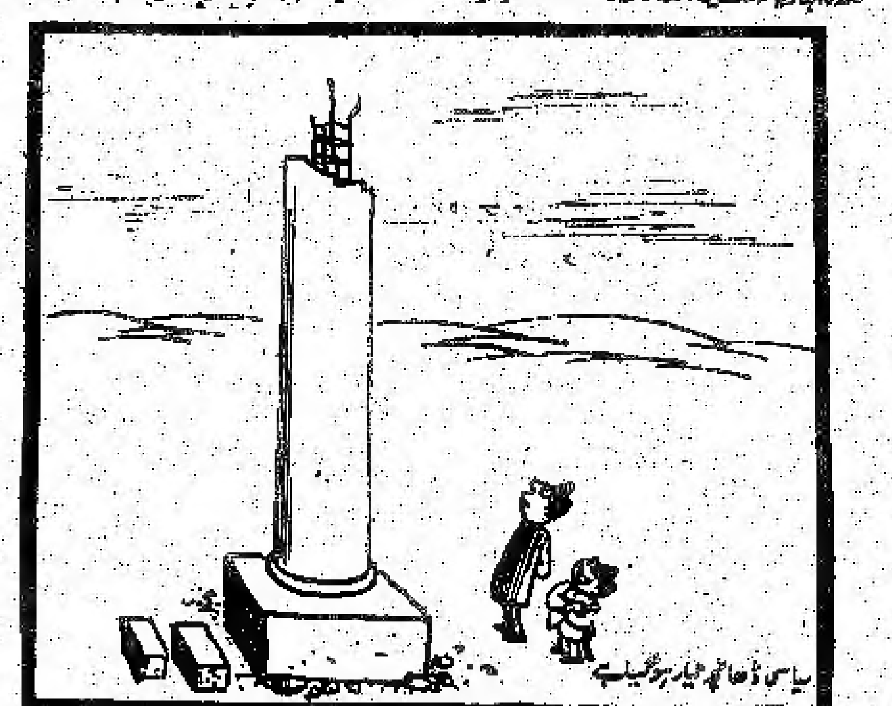
راولپنڈی —— (نمائندہ خصوصی) صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے کہا ہے کہ بہت جلد آئینی ڈھانچہ قوم کے سامنے پیش کر دیا جائے گا تاکہ عوام اور سیاستدان اس کے بارے میں غور کریں اور اپنی آراء کا اظہار کریں۔

ایم آر ڈی نے مارشل لاء کے خلاف تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا

تحریک کا پروگرام، وقت اور طریق کار مرتب کرنے کے لئے کمیٹی قائم کر دی گئی

"مارشل لاء سے ملک کے وجود ہی کو خطرہ لاحق ہے"

ولی خان کو ایم آر ڈی کا کنوینر بنانے پر اتفاق نہیں ہو سکا



بھٹو اندرا گاندھی کے قدردان اور نہرو کے مداح تھے

وہ بھارت میں پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی اور نہرو خاندان کو قریب سے جانتے تھے

نئی دہلی کی صدر ضیاء الحق پر نکتہ چینی اور نہرو کی قیادت کی تعریف

روس نے دھمکی پر عمل کیا تو ہمارا خدا حافظ ہے، پاکستان کو بڑی طاقتوں کی محاذ آرائی میں ملوث نہیں ہونا چاہئے

سیاسی سرگرمیوں پر پابندی رہی تو خونی انقلاب آئے گا۔ ولی خان

فوج کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال نہ کیا جائے، قوم نے فیصلہ کر لیا تو انتخابات کو کوئی نہیں روک سکے گا

ملک کا مستقبل دو بنیادی اداروں سے

جماعت اسلامی کو افغان مہاجر کیمپوں میں جانے کی اجازت کے نتائج خطرناک ہونگے

وہاں پارٹی کے طلباء افغان مجاہدین کے اڈوں میں تربیت پا رہے ہیں

سعودی شہزادوں میں کمیشن کا رواج

بھارتی حکومت سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑا کر سیاسی مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہے

سکھ قوم اور مذہب اسلام یا مسلمانوں کے خلاف نہیں، سکھوں کی مذہبی کمیٹی کا اعلان

پاکستان میں ۸۰ لاکھ بہرے ہیں